31
32
33

سورۂ سجدہ مکی ہے۔ اس کے حروف (۱۵۱۸) اسکے کلمات

(۳۰۸) اسکی آیات (۲۹) ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کی فجر میں الٓمّٓ تنزیل سجدہ اور ھل اتی علی الانسان پڑھا کرتے تھے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ آرام نہیں فرماتے جب تک کہ الٓمّٓ سجدہ اور تبارک الذی بیدہ الملک نہ پڑھ لیتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ اس

کتاب کا اتارنا جس میں کچھ شک نہیں ہے رب العلمین کی طرف سے ہے۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ (نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے) اسے افترا کیا ہے۔ بلکہ وہی تمہارے پروردگار کی جانب سے حق ہے تاکہ تم اس قوم کو ڈراؤ کہ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ ہدایت

لہ امام احمد و بخاری و مسلم و غیرہم لہ امام احمد و ترمذی و نسائی و غیرہم (در) تنزیل مبتدا۔ لاریب فیہ خبر اول من رب العلمین خبر ثانی۔ لتنذر۔ علت انزال ہے۔ لعلہم علت انذار ہے۔ ۱۲

پائیں۔ یعنی زمانہ فترت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہے جسمیں کوئی رسول نہ تھا ایسے وقت میں آپ ہی دعوت توحید کے لئے تشریف فرما ہوئے جسطرح توحید کا بیان فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ثُمَّ

وہی جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہیں سب چھہ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر[1] استوی کیا۔ نہ تمھارے لئے اس کے سوا کوئی کارساز ہے

[1] استوے علی العرش کے معنے نہ کرنا ہی اسلم اور حکمت سے اقرب ہے اسلم اسلئے ہے کہ اللہ تعالے کے تمام صفات بطور اجمال کے جان لینا کافی ہے اور جمیع صفات کی حقیقت کا جاننا واجب نہیں ہے۔ اور صفت استوا انہیں صفات میں سے ہے جنکا جاننا واجب نہیں ہے اور جس نے اسکا تعرض نہیں کیا وہ واجب نہیں چھوڑا۔ ہاں جو اس سے تعرض کرتا ہے تو وہ کبھی خطا بھی کریگا اور اسکو اس صفت کے خلاف اعتقاد کریگا۔ ان دونوں کی مثال سکوت و کذب کی ہے بیشک سکوت کذب سے بہتر ہے اور حکمت سے بھی اقرب ہے اس لئے کہ اگر کوئی انسان کوئی کتاب تصنیف کرے اور ایک شخص اسکی شرح لکھے اور شارح مصنف سے کم ہو تو ظاہر ہے کہ جسقدر مصنف نے بیان کیا ہے شارح ان تمام باتوں کو نہیں بیان کرسکتا اس لئے اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص مصنف سابق پر اعتراض کرتا ہے تو پھر دوسرا شخص اسکے کلام کی تائید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مصنف نے یہ ارادہ نہیں کیا بلکہ اسکا ایسا اور ایسا ارادہ کیا۔ جب کتب حادثہ کا یہ حال ہے جو علم قاصر سے لکھی گئی ہیں تو پھر

اور نہ سفارشی۔ تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔ وہ اللہ آسمان سے زمین کی طرف حکم نازل فرماتا ہے پھر (وہ حکم) اسکی طرف بلند ہوتا ہے ایک دن میں جسکی مقدار ہزار برس کی اس (حساب) سے کہ جو تم شمار کرتے ہو۔ استوے علی العرش کی تفسیر سورۂ طٰہٰ میں گذری بعد خلقِ سمٰوات وغیرہ کے تدبیر امر کا بیان فرماتا ہے۔ علماء نے اس آیت کی تفسیر میں بہت سے وجوہ بیان کئے۔ اور بعضوں نے علمِ الٰہی کی طرف تفویض کر کے سکوت کیا۔ لیکن بہترین اقوال یہ ہے کہ نزولِ امر زمین کی جانب اور پھر اسکا عروج اللہ کی جانب ایسے دن میں جسکی مقدار عروج و نزول میں ہزار برس ہے۔ اُن دنوں سے جیسے تم

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کتاب عزیز جسمیں ہر طرح کی حکمت ہے اسکے ساتھ تیرا کیا خیال ہے۔ اگر کوئی عالم دعوے کرے کہ میں فلاں کتاب کے ہر بھید اور ہر فائدہ کو جان لیا ہوں تو یہ دعوے بیجا ہے۔ پھر اللہ کی کتاب میں جو کچھ ہے اسکے جاننے کا دعوے کرنا سراسر حماقت ہے۔ اور شاید کہ قرآن میں ایسی باتیں ہوں جو صرف اپنے نبی کے لئے ہی بیان فرمایا ہو کہ غیر کو اسکی ضرورت نہیں (کبیر) [1] فمعنى يدبر ينزله مدبرا من السماء الى الارض وتعديته بمن والى لتضمينه النزول (خفاجی) [2] عارفین کے پاس یوم (دن) کے مراتب ہیں کوئی دن تو ایک لحظہ ہے یعنے جُزِ غیر منقسم جسکی طرف اشارہ کل یوم ہو فی شأن میں ہے اور کوئی ہزار سال کا وہ آخرت کا دن ہے۔ اور کوئی پچاس ہزار کا اور وہ قیامت کا دن ہے۔ اللہ تعالےٰ کا اختیار ہے اسی ایک دن کو کسی کیلئے دراز اور کسی کیلئے کوتاہ کر دے۔ اور یعرج کا فاعل شاید ملک ہے کیونکہ دوسری آیت میں تعرج الملئکۃ والروح آیا ہے۔ اور قرآن بعض بعض کا مفسر ہے۔ اور ملائکہ کے نزول و عروج کا اختلاف باعتبار مسافت کے ہے یعنی مسافت کو آسمان دنیا قرار دو تو اسکی مدت کم ہوگی اور جو سدرۃ المنتہیٰ قرار دو تو مدت زیادہ ہوگی (ابن جریر)

گنتے ہو۔ پانسو نزول میں پانسو صعود میں۔ مجاہد و قتادہ نے کہا کہ یہ نزول فرشتہ کا ہی لیکن
وہ ہزار سال کی راہ کو ایک پلک مارنے میں طے کرتا ہی۔[۱] یعنی اُسی کے حکم سے تمام قضا و قدر
کے احکام جاری ہو رہے ہیں۔ غرض پہلی آیت عظمتِ عالمِ خلق اور اسکی وسعتِ مکانیت
پر دال ہی اور دوسری آیت عظمتِ عالمِ امر اور اس کے امتدادِ زمانہ پر دلالت کرتی ہی۔ پہر باوجود
غایت عظمت ملک و ملکوت اللہ تعالےٰ ان دونوں عالموں کو جانتا ہی۔ جسطرح فرمایا۔

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ
بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۚ ثُمَّ
سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا
تَشْكُرُوْنَ ۝ یہی (خدا) غایب و حاضر کا جاننے والا غالب مہربان ہے۔ اُسنے جو چیز بنائی اچھی
بنائی اور انسان کی پیدایش مٹی سے شروع کی پہر اسکی نسل کو نکلتے ہوئے حقیر پانی سے پیدا کیا۔
پہر اُسے درست کیا اور اسمیں اپنی روح پہونکی اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور
دل بنائے تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو یعنے حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا

خَلَقَهٗ کی و بصری ... بدل اشتمال ہے ۱۲-

نطفہ

[۱] ابن کثیر۔ [۲] چنانچہ ایک آیت میں ارشاد فرماتا ہے اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ الآیہ۔ خَلَقَهٗ۔ نافع و کوفی سات فعل ماضی کے جملہ صفت مضاف یا مضاف الیہ ہے اور ضمیر کا مرجع کل ہے۔ سلٰلۃ ای نطفۃ لانہا تسل من الانسان ای تنفصل منہ والولد سلیل۔ قلیلا ما تشکرون ای تشکرون شکرا قلیلا فما مزیدۃ موکدۃ للقلۃ ۱۲-

اور انکی نسل کو بے قدر پانی سے۔ اور وہ اسی طرح نطفہ سے نسلاً بعد نسل پیدا ہوتے
جائیں گے۔ پھر آدم کو ٹھیک درست کیا اور اپنی روح پھونکی۔ اور تمھارے لئے سماعت
اور بصارتیں اور دل بنائے۔

جامِ جہاں نما دلِ انسانِ کامل ست دل مخزنِ خزائنِ سرِ الٰہی است۔	مرآتِ حق نمابہ حقیقت ہمیں دل است مقصودِ ہر دو کون دل است کہ حاصل است

تم لوگ ان قویٰ سے بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ کیونکہ سعید وہی ہے جو ان قوتوں کو
طاعتِ رب میں استعمال کرے۔ اور ان کافروں کا عدمِ شکر تو ظاہر ہے وہ شرک کرتے اور حشر کا
انکار کرتے ہیں جس طرح فرماتا ہے۔ وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ
جَدِیْدٍ ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ
وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ اور وہ کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں گم ہو جائینگے
تو کیا بیشک ہم (پھر) نئی پیدایش میں ہونگے۔ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں
(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کہدو کہ وہ فرشتہ موت کا جو تم پر مقرر کیا ہے تمھیں (یعنے روح کو) قبض کرتا ہے
پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ایک

ع ۱۱ ۱۴

لے جب کافروں نے لقاء رب سے انکار کیا تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ملک الموت سے سابقہ
پڑے بعد سب تمھیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ ابن کثیر ۱۲

معین فرشتہ ہے اور بعض آثار میں اُنکا نام عزرائیل آیا ہے اور یہی مشہور ہے۔ مجاہد نے
کہا کہ زمین اُن کے لئے مثل طشت کے ہے کہ وہ (روح کو) جہاں سے چاہتے ہیں لیلیتے
ہیں۔ پھر اُن کافروں کا حال جو رجوع کے وقت ہوگا اسطرح بیان فرماتا ہے۔ وَلَوْ تَرٰٓى
اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ
صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ
مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ
يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اور (اے
مخاطب) کاش کہ تو دیکھتا جبکہ مجرمین اپنے رب کے پاس (شرمندگی سے) سر جھکائے ہونگے
(اور کہیں گے) ای ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا (تو اب) ہمیں دنیا کی طرف

لہ ملک الموت کے اعوان ملائکہ ہی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہوا کہ ملک الموت کے اعوان اجسام مردوں سے ارواح کھینچتے ہیں جب وہ حلقوم تک پہونچتی ہے تو ملک الموت لیلیتے ہیں (ابن کثیر) ۱۲ اور اسی کے مثل زہیر بن محمد نے مرسل حدیث روایت کی اور یہی قول ابن عباس ہے (ابن کثیر) اور امام جعفر صادق نے اپنے باپ حضرت محمد باقر سے روایت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کے سرہانے (ملک الموت کو دیکھکر فرمایا اے ملک الموت میرے صحابی کے ساتھ آسانی کیجئے کہ یہ مومن ہے۔ ملک الموت نے عرض کی یا رسول اللہ آپ خوش رہیں اور اپکی آنکھیں ٹھنڈی رہیں کہ میں ہر مومن کے ساتھ نرمی و آسانی کرتا ہوں الخ (ابن ابی حاتم) ولو۔ ظاہرہ انھا تدل علی التمنی حقیقۃ او مجازا وحینئذ لایکون لھا جواب ملفوظ ولا مقدر ۱۲

پھیر دے کہ ہم نیک کام کیا کریں گے۔ بیشک ہم (آخرت کا) یقین کرنے والے ہیں اور
اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اُسکی ہدایت دیتے ولیکن میری طرف سے یہ قول ٹھیک ہو چکا
کہ ضرور میں جہنم کو تمام جن اور آدمیوں سے بھر دونگا۔ پس (عذاب کا مزہ) چکھو بسبب
اسکے کہ تم نے اپنے اس دن کے ملنے کو بھلا یا تھا۔ ہم نے بھی تمھیں فراموش کیا[1] اور تم ہمیشہ کا
عذاب چکھو بسبب اس کے کہ جو تم کرتے تھے۔ پہلی آیت میں مجرمونکی خوف ناک حالت
جو قیامت میں ہو گی اور انکا خجالت سے اقرار کرنا بیان فرمایا۔ دوسری آیت میں یہ
بیان ہے کہ کافرونکا عدم ایمان بسبب عدم مشیت الٰہی کے ہے لیکن[2] ظاہری طور پر انھیں

[1] یہ بات مقابلے سے ہے یعنے آج تمھارے ساتھ وہ معاملہ ہوگا جیسے فراموش کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہاں نسیان کے معنے ترک کے ہیں کیونکہ نسیان اللہ تعالے پر محال ہے تو وہ استعارہ ہے یا مجاز مرسل (خفاجی)۔

[2] جبر کا مسئلہ سمجھنے میں بعض لوگوں کو دھوکا ہوا۔ جو شخص کہ کاہلی اور سستی اختیار کرتا ہے۔ نہ بلا پر صبر اور نہ نعمت پر شکر اور خود کو مجبور جانتا ہے اور یہ بھی نہیں سمجھتا کہ مشاہدہ بغیر مجاہدہ کے نہیں حاصل ہوتا ہے۔ وہ جبر مذموم اختیار کرکے ریاضت چھوڑ دیتا ہے۔ اور جو خود کو بہ تکلف بیمار بناتا ہے نتیجہ اُس کا موت ہے چنانچہ آیا ہے اِنْ تَمَارَضْتُمْ لَدَيْنَا تَمْرَضُوا۔ یعنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنیسے منافقین خود کو مریض بتلاتے تھے تو خدائے تعالے حقیقت میں انھیں بیمار کر دیتا تھا۔ اسیطرح جبر عروج و معرفت سے باز رکھتا اور اس کے دل کو مردہ بناتا ہے۔ جبر کے معنے تو یہ ہیں کہ ٹوٹے ہوے کو باندھنا جب راہِ سلوک میں پاؤں کو نہ توڑا اور خود کو فنا نہ کیا تو جبر (ٹوٹے ہوے کو باندھنا) کہاں ہوا۔ ہاں جس شخص نے ریاضت میں مبالغہ کرکے اپنے پاؤں کو توڑا اور بقا بعد فنا حاصل کی تو یہ بقا

کسب دیا گیا تھا اور انھوں نے ضلالت اختیار کی اور رحمتِ الٰہی سے دور ہو کر

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بعدِ فنا جبر محمود ہے۔ یعنے اسقدر سعی کرنی چاہئے کہ بہایت سعی سعی ہو جائے اور غیب سے مدد پہنچے۔ یعنے جبتک کہ اپنی ہستی کو علماً و عیناً فنا نہ کرے تو اپنے اختیار کی بھی نفی نہ کرے کیونکہ یہ جہل و حماقت ہے۔ اور خود پر جگ ہنسائی کرنی ہے جسطرح مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ہر کہ ماند از کاہلی بے شکر و صبر
او ہمی داند کہ گیرد پائے جبر
ہر کہ جبر آورد خود رنجور کرد
تا ہماں رنجوریش در گور کرد
گفت پیغمبر کہ رنجوری بلاغ
رنج آرد تا بمیرد چون چراغ
جبر چہ بود بستنِ اشکستہ را
یا بہ پیوستن رگِ بگسستہ را
چوں دریں رہ پائے خود نشکستۂ
بر کہ می خندی چہ پا را بستۂ
وانکہ پایش در رہِ کوشش شکست
در رسید او را براق و بر نشست
حاملِ دیں بود او محمول شد
قابلِ فرماں بُد او مقبول شد
تاکنوں فرماں پذیرفتی ز شاہ
بعد ازیں فرماں رساند بر سپاہ

ایک اور مقام پر جبر و اختیار کے بیاں میں مولانا فرماتے ہیں۔ کہ آدمؑ لغزش کو اپنی طرف منسوب کر کے رَبَّنَا ظَلَمْنَا کہنے لگے۔ اور شیطاں نے اپنے گناہ کو خدا کی طرف منسوب کر کے رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ کہا۔ ؎

گفت شیطاں کہ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ
کرد فعلِ خود نہاں دیو دنی
گفت آدم کہ ظَلَمْنَا نَفْسَنَا
او ز فعلِ حق نہ بُد غافل چو ما
در گنہ او از ادب پنہانش کرد
زاں گنہ بر خود زدن او بر بخورد
بعد توبہ گفتش اے آدم نہ من
آفریدم در تو ایں جرم و محن
نے کہ تقدیر و قضائے من بُد آں
چوں بوقت عذر کردی آں نہاں

مستحق جہنم ہوے۔ بخلاف مسلمانوں کے کہ آیاتِ آلہی پر ایمان لاتے اور نصیحت کو مانتے اور قیامِ لیل کرتے یعنے تہجد پڑھتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کے لیے ہر طرح کا عیش و آرام ہے جسطرح فرماتا ہے۔ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انھیں اُن

(بقیہ صفحہ گذشتہ) گفت ترسیدم ادب نگذاشتم | گفت من ہم پاس آنت داشتم
ہر کہ آرد حرمت او حرمت برد | ہر کہ آرد قند لوزینہ خورد

مثل

دست کو لرزاں بود از ارتعاش | وانکہ دستے را تو لرزانی زجاش
ہر دو جنبش آفریدۂ حق شناس | لیک نتواں کرد ایں با آں قیاس

مَا اُخْفِيَ۔ ما موصولہ ہے اور استفہامیہ معنی میں اے شے کے بھی ہوسکتا ہے (نیشاپوری) جزاءً بما کانوا یعملون۔ محققوں نے فرمایا کہ بندوں سے کچھ نیک عمل صادر ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالے سے سابق میں بہت سی چیزیں خلق و تربیت وغیرہ ہوی ہیں اور آئندہ ثواب و انعام ہوگا۔ اب اگر اللہ تعالے چاہے تو فرماسکتا ہے کہ ابتدا میں نے ہی احسان کیا۔ اور بندہ نے اسکے مقابلہ میں نکوکاری کی تو اب ثواب بغیر عوض صرف فضل ہی فضل ہوا۔ اور اگر چاہے تو اللہ تعالے اسطرح فرمائے کہ پہلے میں نے جو کچھ کیا وہ صرف فضل تھا۔ پھر جب بندہ نے نیک عمل کیا تو اس کے بدلے میں نے ثواب دیا۔ کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ اور یہی اعتبار ثانی زیادہ ترکرم کے لائق ہے

(آیات) سے نصیحت کیجاتی تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ

تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ اُن کے پہلو خوابگاہ سے الگ رہتے ہیں (یعنے رات کو اُٹھتے

ہیں) اپنے رب کی خوف و امید سے عبادت کرتے ہیں اور ہمارے دئے ہوے میں سے

خرچ کرتے ہیں۔ تو کوئی شخص بھی نہیں جانتا جو اُن (نیک بندوں) کیلئے آنکھونکی ٹھنڈک

مخفی رکھی گئی ہے۔ بدلہ اُسکا جو وہ کرتے تھے۔ حسن بصری[1] رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس قوم نے اعمال

کو مخفی کیا تو اللہ تعالےٰ نے اُن کے لئے ایسا ثواب مخفی رکھا جو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی بشر

کے دل پر اسکا خطرہ گذرا اور یہ بھی[2] آپ نے فرمایا کہ تتجافی جنوبھم سے مراد شب بیداری یعنے

تہجد کی نماز ہے۔ **جب** بیانِ مجرم و مومن ہوچکا تو اب دونوں کی عدمِ مساوات

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تاکہ بندہ کو لذت اجر و کسب حاصل ہووے۔ اور پہلا اعتبار عبودیت سے زیادہ مناسب ہے تاکہ آیندہ ابدتک اللہ تعالےٰ ہی کا فضل بے شمار دیکھتا رہے تو پھر یہ معاملہ اللہ اور بندہ کے درمیان کبھی منقطع نہ ہوگا۔ چنانچہ باہم سچے دوستوں میں بھی اسیطرح معاملہ ہوتا ہے کہ ایک دوست دوسرے دوست کو کچھ ہدیہ دیتا اور احسان کرلیتا ہے تو وہ اُسے بھول جاتا ہے۔ پھر جب وہ دوسرا اسکا بدلہ کرتا ہے تو یہ ابتدائی احسان سمجھکر پھر اسکے مکافات پر آمادہ ہوتا ہے۔ غرض ہر ایک خود کو دوسرے کا ممنون سمجھتا ہے۔ اور احسانات کا تار دونوں جانب سے منقطع نہیں ہوتا۔ اس فقیر نے اپنے طریقتی بھائیوں اور بہنوں میں جو سلسلۂ عالیہ قادریہ میں داخل ہیں یہی بات دیکھی۔ اللہ تعالےٰ ہم سبکو پیرانِ کبار کے ہمراہ دنیا و آخرت میں رکھے۔ آمین۔ [1] ابن کثیر از ابن ابی حاتم [2] ابن جریر [3] معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا ایک روز صبح کو

اجمالاً پھر تفصیلاً اسطرح بیان فرماتا ہے۔ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ

اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَ

اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ

ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى

دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آپسے قریب ہو گیا اور ہم لوگ چلے جاتے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتادیجے جو مجھکو جنت سے نزدیک اور دوزخ سے دور کردے۔ فرمایا تو نے بڑی بات پوچھی حالانکہ جسپر اللہ تعالے آسان کرے تو آسان ہے۔ تو اللہ کی عبادت کر اور اسکے ساتھ کسی شے کو شریک نکر۔ اور نماز پڑھا کر۔ زکوٰۃ دیا کر۔ رمضان کے روزے رکھا کر اور خانہ کعبہ کا حج کر۔ پھر فرمایا تجھکو ابواب خیر بتلاؤں؟ روزہ تو ڈھال ہے اور صدقہ بدکاریوں کی آگ بجھاتا ہے اور درمیان شب میں بندہ کی نماز ہے۔ پھر یہی آیت یعنی تتجافی جنوبہم سے یعلمون تک پڑھی۔ پھر فرمایا کہ میں تجکو راس الامر وعمود اور چوٹی بتلاؤں؟ عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ راس الامر اسلام ہے اور عمود نماز ہے اور چوٹی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ پھر فرمایا کہ میں تجکو ان سب امور کا اصل بتلاؤں؟ عرض کی ہاں۔ آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑکر فرمایا کہ تو اسکو روکے رہیو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم لوگ جو باتیں کرتے ہیں اسپر ماخوذ ہوں گے۔ فرمایا کیا لوگوں کو جہنم میں اوندھے منہ سوا ے انکی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتی کے کوئی اور شے ڈالیگی؟ (ابن کثیر از امام احمد ونسائی وابن ماجہ وترمذی اور انہوں نے کہا کہ حسن صحیح ہے)۔

عذاب النار الذی کنتم بہ۔ اس سورہ میں نار مقام کنایہ میں واقع ہوئی ہے اسلئے کہ اسکا ذکر سابق میں گذرچکا ہے اور کنایات موصوف نہیں ہوتے تو عذاب موصوف ہوا۔ اور سورۂ سبا میں عذاب النار التی کنتم بہا ہے اسلئے کہ اسمیں ذکر سابق میں نہیں ہے پس نار کا موصوف کرنا بہتر معلوم ہوا

أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ

تو کیا جو شخص مومن ہو مانند اس شخص کے ہے جو فاسق ہو۔ برابر نہیں ہوتے۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے تو ان کیلئے رہنے کے باغ ہیں بطریق مہمانی کے بعوض اسکے جو وہ کرتے تھے۔ اور لیکن وہ لوگ جو طاعت سے خارج ہو گئے انکا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب وہ چاہیں کہ آگ سے نکل جائیں تو اسی میں پھیر دئے جائیں گے۔ اور ان سے کہا جائیگا کہ آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے۔ اور ضرور ہم انھیں عذاب نزدیک (یعنی دنیا کی مصیبتیں) چکھائیں گے سوا بڑے عذاب کے تاکہ وہ رجوع کریں۔ اور اس سے بڑھکر کون ظالم ہے جسے اپنے رب کی آیات سے نصیحت دیگئی پھر وہ ان سے روگرداں ہوا۔ بیشک ہم مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں۔ یہ آیت حضرت علی مرتضٰے کی شان میں بوقت مخاصمہ عقبہ بن ابی معیط نازل ہوئی اور آپکی اور آپکے عدو کی شان میں یہ آیت خاص طور پر ہے اور مومنین و کافرین میں عام طور پر یعنی قیامت میں مومن و فاسق برابر نہیں ہوتے یہ جنت میں خوش رہیں گے وہ دوزخ میں جلیں گے اگر اس سے نکلنا چاہیں گے تو اسی میں پھیر دئے جائیں گے۔ فضیل بن عیاض نے کہا وہ کیونکر نکلنے پائیں گے۔ واللہ ان کے ہاتھ زنجیروں میں جکڑے اور پیر بیڑیوں میں بندھے ہونگے اور نار جہنم کی لپٹ انکو اوپر پھینکیگی اور ملائکہ انکو پھر اسمیں جھونک دینگے۔[1] اور ہم انھیں عذاب ادنٰے یعنے

[1] خطاب بن یسار و سدی وغیرہ (ابن کثیر) [2] ابن عباس و ابی ابن کعب رضی اللہ عنہم و ابو العالیہ و حسن و ابراہیم و نخعی و ضحاک و علقمہ و عطیہ و مجاہد و قتادہ وغیرہم (ابن کثیر) ۱۲

ع ۱۱ / ۱۵

دنیوی مصیبتیں اور بیماریاں اور آفات اور دوسرے بلیات میں عذابِ اکبر یعنے عذابِ قیامت سے پہلے مبتلا کرینگے۔ تا کہ بندے اپنے خدائے تعالےٰ کی طرف رجوع لائیں بعضوں نے کہا کہ عذابِ اکبر قربِ الٰہی سے دور رہنا ہے۔ ۵

دور ماندن از وصالِ او عذابِ اکبر است	آتشِ سوزِ فراق از ہر عذابے بدتر است

جب نعمتوں کے دلایل بیان کر کے نصیحت دیگئی پھر عذابات سے ڈرایا گیا اسپر بھی جو منہ پھیرے اس سے زیادہ کون ظالم ہے۔ بیشک ہم بھی مجرموں سے عام طور پر انتقام لیں گے۔ پھر رسالت کی تاکید فرمائی باوجود اس کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی دیتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ۝ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝

لَمَّا حمزہ وکسائی نے لام کے کسرہ اور میم کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے یعنی لِمَا مصدریہ

اور بیشک ہم نے موسے کو کتاب دی پس تم (اے نبی) اُس کے ملنے سے شک میں نہ رہو۔

فلا تکن۔ آپ کو نہی کرنے سے مقصود آپ کے وہ امتی ہیں کہ جو لوگ آنحضرت کی ملاقات حضرت موسےٰ علیہ السلام سے ہونے میں شک کرتے ہیں۔ مریة۔ ای شك۔ لمّا۔ یہ شرط ہے کیونکہ اسمیں معنی جزا ہیں مثل احسنت الیك لما جئتنی والتقدیر لما صبروا لائمة جعلناهم ائمة یا لما ظرف معنی میں حین کے ہے ای جعلناهم ائمة حین صبروا (روح البیان) لہ قتادہ نے کہا کہ آنحضرت کی ملاقات موسےٰ علیہ السلام سے شب معراج میں ہوی (ابن کثیر) اور دوسرے مفسرین کہتے ہیں ضمیر کا مرجع لقائه میں کتاب ہے۔ اور لقاء کے معنے تلقوه وا عطاکے ہیں جیسے وانك لتلقی القرآن میں ہے۔

ہم نے اسکو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا۔ اور جبکہ انھوں نے صبر کیا ہم نے انہیں

سے پیشوا بنائے کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔ اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے

تھے۔ بے شک تمہارا پروردگار ہی اُن کے درمیان میں قیامت کے دن فیصلہ کردیگا جسمیں وہ اختلاف کرتے تھے۔ اسمیں اشارہ ہی کہ جسطرح بنی اسرائیل کے لئے توریت باعث ہدایت ہوی اور وہ لوگ صبر کرنے سے امام بنائے گئے اسیطرح یہ قرآن مجید بھی سبب ہدایت ہی۔ سفیان نے فرمایا کہ کوئی شخص امام و پیشوا ہونے کے لایق نہیں ہوتا جبتک کہ دنیا سے پرہیز نہ کرے۔ یہ بھی فرمایا کہ دین کے لئے علم ضروری ہی جیسے جسم کے لئے غذا۔ حضرت علی مرتضے نے فرمایا کہ جب اُن لوگوں نے راس الامر (صبر) کو اختیار کیا تو اللہ تعالے نے انھیں راس یعنی سردار بنایا۔ پھر آپنے فرمایا۔ اَلصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ۔ پھر آخر میں بنی اسرائیل بگڑ گئے اور تبدیل و تحریف کی وہ بات انسے چھین لیگئی اور دل اُن کے سخت ہوگئے۔ اسی لئے فرمایا کہ ہم قیامت میں اونکے اختلاف کا جو اعتقادات و اعمال میں ہوا ہی فیصلہ کریں گے۔ یہ تمام فسق و فجور اور اختلاف دنیا کی محبت اور موت کو بھولنے سے ہوتا ہی

اس لئے گذشتگوں کے حال سے عبرت دلاتا ہے اَوَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ کَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ

لہ یعنی توریت کو چنانچہ سورۂ اسرا میں فرمایا وآتینا موسی الکتاب وجعلناہ ھدی لبنی اسرائیل
کم اهلکنا والفاعل مادل علیہ قولہ کم اهلکنا ای کثرۃ اهلاکنا ۱۲

مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ ۞ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ۞ کیا انھیں اس سے ہدایت نہ ہوئی کہ ہم نے کس قدر امتیں اُن سے پہلے ہلاک کیں۔ یہ لوگ اُن کے مکانوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ بے شک اسمیں (ہماری قدرت) کی نشانیاں ہیں۔ تو کیا وہ نہیں سنتے۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم پانی کو خشک زمین کی طرف رواں کرتے ہیں پھر ہم اس (پانی) سے کھیتی اُگاتے ہیں کہ جس سے اُن کے چارپائے اور وہ خود کھاتے ہیں۔ تو کیا وہ نہیں دیکھتے۔ اس آیت میں تنبیہ فرمائی کہ اگلی امتوں کی ہلاکی تکذیب رسل کے باعث ہوئی جنکا کوئی نشان سوائے ٹوٹے ہوئے عمارات کے باقی نہ رہا۔ یہ لوگ ان قصوں کو گوشِ ہوش سے نہیں سنتے۔ پھر اپنا احسان جو زمین خشک پر پانی آسمان سے یا دریا اور نہروں سے رواں کرتا ہے بیان فرمایا جس سے زراعت ہوئی۔ خود کھاتے ہیں اور جانوروں کو بھی کھلاتے ہیں۔ پس کیوں آیاتِ قدرت کو غور سے نہیں دیکھتے لیکن انکی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ وہ انجام سے غافل ہو کر معارضہ اور طلبِ عذاب میں جلدی کرتے ہیں۔ جس طرح فرمایا۔

الثلثۃ

نسوق الماء۔ والمراد سوق السحاب الحامل للماء۔ الجرز ای التی جرز نباتها ای قطع۔ بہ ای بالماء ۱۲

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ۝

اور کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔ (اے نبی امی) کہدو کہ فیصلہ کے دن کافروں کو انکا ایمان لانا نفع نہ دیگا۔ اور نہ وہ مہلت دیے جائیں گے۔ پس (اے نبی) تم اُن سے منہ موڑو اور انتظار کرو کہ بیشک وہ بھی منتظر ہیں۔ کفار کہتے تھے کہ تمھیں کب ہم پر فتح ہوگی جسطرح تم کہا کرتے ہو ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ تم ذلیل و خوار ڈر کے مارے چھپے رہتے ہو۔ حضرت کو حکم ہوتا ہے کہ اُنسے کہدو کہ جسدن اللہ کا غضب نازل ہوگا اور اسوقت حلق میں دم آجائے تو ایسے وقت کسیکو ایمان نافع نہوگا۔ اور نہ انھیں عذر کرنیکی مہلت دیجائیگی۔ اے نبی تم اُن مشرکوں کا خیال چھوڑو اور انکی تکذیب کی طرف توجہ نہ کرو۔ اور نصرت الٰہی کا انتظار کرو کیونکہ اسنے جو وعدہ تم سے کیا ہے وہ ضرور پورا کرے گا۔ اور وہ بھی تمھاری خرابی کے منتظر ہیں۔

یوم الفتح۔ قال مجاهد یوم القیامة (ابن جریر) کیونکہ قیامت میں ابواب امور مبہمہ منفتح ہوجائیں گے۔ (نیشاپوری) یا یہ کہ فتح سے مراد قضاء و فصل ہے جسطرح فرمایا فافتح بینی وبینهم فتحا الآیہ اور جسطرح فرمایا ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح الآیہ۔ (ابن کثیر) فتح کے معنے نصرت کے ہیں جو لازم فتح ہے یا فصل بالحکومت کے جو یہ بھی فتح کے ایک معنے ہیں اسی لئے قاضی کو فتاح کہا جاتا ہے۔ چونکہ روز قیامت مسلمانوں کو کافروں پر نصرت و فتح ہوگی اور باہمی انکے فیصلہ بھی ہوجائیگا اسی لئے فتح سے مراد یوم قیامت ہے۔ (خفاجی مع متن)